

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اشارات

ایک سچا داعی حق اپنا فرض ادا کر ہی نہیں سکتا، اگر اس کی زندگی رزقِ حلال پر نہ گذر رہی ہو۔ وہ اگر دنیوی لذات اور نعمتوں کی کثیر اور معیار زندگی کی مبالغہ عام میں شریک ہو جاتا ہے تو اقل تو اس کے پاس اتنا وقت ہی نہیں بچتا کہ وہ عوام میں دعوت پھیلانے کا کام کر سکے، اور اگر وقت بچتا ہے تو اس کا تھکا ماندہ در ماندہ دماغ اور جسم اپنی قوتیں پوری طرح بچوڑ چکا ہوتا ہے۔ وہ اگر تحریک کی خدمت کرنے کے لیے اٹھتا بھی ہے تو پوری صلاحیت سے کام نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازیں عوام آمدنی کو اپنی معاش میں شامل کر لینے کے بعد اس کا ضمیر مجروح ہو جاتا ہے اور اخلاق کمزوری اس پر چھا جاتی ہے۔ مجروح ضمیر اور کمزور اخلاق کے ساتھ دعوت حق کے میدان کشمکش میں جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر نکلنا ممکن نہیں ہوتا۔ بے دلی یا نیم دلی سے، جاہل انداز سے اور کھڑے اکھڑے ہیچ کے ساتھ کونسا کارنامہ انجام دیا جاسکتا ہے۔ میں اپنے یارانِ طریق سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ نہ صرف اپنی ذات کی حد تک رزقِ حلال کی پابندی کریں بلکہ اس کو اپنی دعوت کا ایک نکتہ بنالیں اور اس کے لیے پوری سرگرمی سے کام لیں۔

اسی احساس کے ساتھ میں یہاں اپنا ایک صدیقی خطاب پیش کر رہا ہوں جو شام ہمدرد (مدرسہ حکیم اپریل ۱۹۸۶ء) کی تقریب منعقدہ لاہور میں پڑھا گیا (نئے-صوفے)

آج ہم ایک ایسے غیر صحت مند ماحول میں گھیرے ہیں کہ ہمارے ضمیر زخم زخم ہیں، اور ایک منظر اب مسلسل

ہمارے عروق و اعصاب پر چھایا ہوا ہے۔ ہر کوئی اپنی روحانی تونس میں مبتلا ہو کر مادیت کے سراپوں کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ اور جتنا بھاگتا ہے، تونس بڑھتی جاتی ہے۔ اور کوئی سراپا ایسا نہیں جو ایک گھونٹ پانی فراہم کر سکے۔

اس مادہ پرستانہ دور زندگی نے آدمی کی ساری توجہ جسمانی زندگی پر مرکوز کرادی ہے۔ سانس اور ٹیکنالوجی نے جسم کی آسائشوں کے لیے رنگارنگ سامانوں کے انبار لگا دیئے ہیں، انسان ہوائی نفس کے آسیب کا شکار ہو گیا ہے۔ انسانی دل و دماغ کی ساری دلچسپیاں خواہشوں کے رنگین کھلونوں اور غباروں کے گرد جمع ہو گئی ہیں۔ دولت خدام انسان ہونے کے بجائے صنم خانہ تماشے کا مہیا دیوتا بن گئی ہے۔ معیار زندگی کی پرستش شروع ہو گئی ہے۔ لوگ ناجائز کمائیوں کے گندے پانی کے سیلِ تند میں بہ رہے ہیں اور بہتے ہوئے غوطے بھی کھا رہے ہیں۔ رزقِ حرام کے طوفان میں جیسے ہر شخص جہانِ عمر رواں پر بے اختیار بیٹھا ہو۔ جس کا کوئی یاد باں ہے نہ ساحل!

تشویشناک حقیقت یہ ہے کہ دولت پرستی اور جذبہ خدمت، یا رزقِ حرام اور حسنِ اخلاق آپس میں شدید تضاد رکھتے ہیں اور آپس میں ملتے نہیں بلکہ ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ جس شخص نے جان بوجھ کر حرام کی روزی کھا لی۔ اس نے حسنِ اخلاق کے دروازے اپنے اوپر بند کر لیے۔ اور جس کے ہاں حسنِ اخلاق نہیں ہے اس کی روزی کبھی پاکیزہ نہیں رہ سکتی۔ رزقِ حرام کے ساتھ بعض افراد میں جو اخلاق پایا جاتا ہے وہ محض ایک خول ہوتا ہے۔

اللہ نے اپنے تمام انبیاء کو، اور انبیاء کی معرفت ان کی پیروائتوں کو یہ اصولی ہدایت دی کہ یَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ كُلُوا مِنْ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا (المومنون ۲۳)۔ یعنی اے میرے رسول! پاکیزہ روزیاں کھاؤ اور عملِ صالح پر کاربند رہو۔ چھ سات الفاظ کا یہ مختصر ارشاد ایسا ہے کہ اصولِ طو پر قریب قریب پورے دین کا نقشہ اس میں آ گیا ہے۔ اگر کوئی شخص رزقِ حلال و طیب کی پابندی کے ساتھ عملِ صالح میں زندگی گزارتا ہے تو گویا اس نے حسنہ دنیا کو بھی پالیا تھا اور حسنہ آخرت کو بھی! اس مختصر کلمہ میں یہ نمایاں اشارہ موجود ہے کہ پاکیزہ روزی یا حلال رزق کے بغیر اعمالِ حسنہ اور اخلاقِ عالیہ کا ہونا ممکن نہیں، اور اسی طرح اعمالِ حسنہ یا اخلاقِ عالیہ سے جس شخص کی زندگی خالی ہو، یہ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنا دامن معیشتِ حرام کی آلائشوں سے بچائے گا اور رزقِ حلال کمانے کے لیے

غیر معمولی جہد و مشقت کرے گا۔ حضورؐ نے ہر دایت عبد اللہ بن مسعودؓ فرمایا کہ رزقِ حلال کا کسب فرض ہے،
 دراصل جب کوئی شخص پہلی بار ناجائز کمائی حاصل کرنے کے لیے میدان میں بڑھتا ہے تو کسی نہ کسی
 اخلاقی اصول کو توڑتا ہے، بلکہ بیک وقت ایک سے زیادہ اخلاقی تقاضوں کو پامال کرتا ہے۔ جھوٹ،
 بددیانتی، کام چوری، ناپ تول میں گڑبڑ، دھوٹ، منقرب، شود، رشوت، جعل سازی، سفارش
 لیے جا، عہدہ و اختیار کا ناجائز استعمال یا اسی طرح کی غلط حرکات میں سے جن جن کو وہ مفید مطلب
 پائے گا، اختیار کرے گا۔ ایسے اقدام کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ضمیر زندہ کا جو احساسِ حیا غلط کاموں
 میں لگاؤٹ مٹتا ہے وہ پہلے کمزور، پھر غیر موثر اور پھر کالعدم ہو جاتا ہے۔ یہی احساسِ حیا جو ایک
 شعبہ ایمان ہے، یہیں خیانت لگاؤ سے روکتا ہے، قولِ بد سے روکتا ہے، ناشائستگی سے روکتا
 ہے، دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے روکتا ہے، بے انصافی سے روکتا ہے، بددیانتی سے روکتا
 ہے، جھوٹ بولنے اور جھوٹ لکھنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ مگر جو شخص حرام کمائی کی
 راہ پر پڑتا ہے وہ پہلے اسی احساسِ حیا کا گھلا گھونٹتا ہے۔ حرام کے دس روپے حاصل کرنے والا
 آدمی کسی دوسرے فریق کو غصہ طراسا مالی نقصان ہی نہیں پہنچاتا، بلکہ اپنے اندرون میں ایک گراں بہا
 قوت کا قتل کر رہا ہوتا ہے۔ پس جس معاشرے میں حرام کمائیاں عام ہو جائیں اور یہ کہا جانے لگے کہ
 حرام سے بچنا ناممکن ہے، اس معاشرے میں لازمی طور پر اخلاقی اقدار برباد ہونے لگیں گی۔ آپس
 کا انسانی احترام ختم ہو جائے گا، بڑوں کا ادب ختم ہو جائے گا۔ چھوٹوں کے لیے شفقت نہیں رہے گی،
 نسائیت کا وقار اور امومت کا تقدس نہیں رہے گا، وعدوں پر اعتبار نہیں رہے گا، لوگوں میں احساس
 تحفظ ختم ہو جائے گا، بلکہ بات اور آگے بڑھے گی، اور بات بات پر لوگ تشدد کے چہرے لگانے
 لگیں گے، ہر معاملے میں دھینگا مشتی ہوگی، طبیعت کا ذرا سا تکرر انتقام کا روپ دھار لے گا،
 ہر اختلاف پر نفرت بھڑکے گی، ہر ناپسندیدہ واقعہ پر بے قابو اشتعال پیدا ہوگا۔ اور ان احوال
 کے نتیجے میں ہیمانہ جرائم کا ایک طوفان اُٹھ پڑے گا۔ بھی تو رسول مقبولؐ نے فرمایا: حَبَّ
 اللہ نَبِیَّاسْ اُسْ حَکْلِ خَطِیئَةٍ۔ یعنی دنیا یا دولت دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

اب یہ آپ خود سوچ لیجیے کہ کیا آپ ایسے ہی حالات سے دوچار نہیں ہیں۔

اگر اخلاقی قدروں کے نقصان کی وجہ سے زندگی نہرِ ناک بنی جا رہی ہے تو اس صورتِ حالت

سے جلد نکلنے کی فکر کیجیے، ورنہ جتنا جتنا آگے بڑھیں گے، پیچھے پلٹنا روز بہ روز مشکل ہوتا جائے گا۔ اس اذیت ناک صورتِ حالات سے نکلنے کی ایک موثر صورت یہ ہے کہ آپ اپنے دل کے نہاں خانے میں اتر کر اپنے خدا سے عہد باندھیں کہ میں رزقِ حلال حاصل کرنے کی بھرپور سعی کروں گا اور حرام کا ایک ذرہ اور ایک قطرہ بھی اپنی زندگی میں داخل نہ ہونے دوں گا۔ میں لمبی چوڑی حسرتوں اور آرزوؤں کے محلات میں اپنے آپ کو قید نہیں رکھوں گا، بلکہ جتنی کچھ حلال و طیب روزی مل سکے گی، اسی پر اکتفا کروں گا۔ رزقِ حلال کے سچے طالب کو دوسروں پر رشک و حسد کی عادت پھوڑ کر متوسط یا غریبانہ گذران کو ہنسی خوشی سے قبول کر لینا چاہیے۔ آپ اپنے بیوی بچوں کو حرام سے بچائیں، چاہے آپ کو بہت سی آسائشیں حاصل نہ ہوں۔ آپ اس کی پروا نہ کریں کہ اونچے لوگوں سے آپ کی دوستی نہیں چل سکتی، یا آپ زندگی کی تقریبوں میں ٹھٹھا باجٹ نہیں دکھا سکتے، یا آپ منافذِ عزت کے میدان میں دوسروں سے بڑھ نہیں سکتے۔ رزقِ حلال پر بسر کرنے والی زندگی خود اپنے اندر بڑائی رکھتی ہے اور یہ ایسا پودا ہے جو پاپے قد اور پھیلانے میں چھوٹا رہے مگر اس پر عسینِ اخلاق کے لالہ و گل کھل کر تھکتے ہیں۔ رزقِ حرام سے نشوونما پانے والی مصنوعی زندگی کے درخت پر اخلاقی لحاظ سے حنظل اور مغیلان خود مار رہتے ہیں۔

اب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات بیان کرتا ہوں جو کسی بھی صاحبِ ایمان کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک روایت میں اس شخص کی مثال بیان کی ہے جس کے متعلق حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ لباسِ سفر کے آٹا ہے، اس پر ٹھکن طاری ہے اور اس کا جسم اور لباس غبارِ آلود ہے، مگر اس کے شوقِ عبادت کا یہ عالم ہے کہ وہ نہایت بے تابی سے خدا کے حضور کھڑا ہو جاتا ہے اور بڑھتا پھیلتا ہوتا ہے۔ ”یارب! یارب! حضور فرماتے ہیں کہ اس کی دعا اور پکار کیا اثر دکھائے جب کہ اس کا کھانا حرام کا ہے اور اس کا لباس حرام کا ہے۔“

حضرت ابن عمرؓ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دس درہم کا ایسا لباس پہن کر عبادت کرے جس میں ایک درہم حرام کا شامل ہے تو جب تک یہ لباس اس کے بدن پر ہے، اس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد ہم تک پہنچاتے ہیں کہ حرام کماؤ کا مارے کا سارا مال اگر صدقہ کر دیا جائے تو اس کا کوئی ثواب نہیں، اور اس مال سے اگر نان و نفقہ کا انتظام کیا جائے تو اس میں برکت نہیں

ایک روایت اور! حضرت جابر سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ہم تک پہنچاتے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کی ایک روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے کہ وہ گوشت جس کی پرورش حرام سے ہوئی ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، اُس کی جگہ جہنم میں ہے۔

آدمی دنیا پرستی کی رو میں پڑ کر بڑی بڑی حقیقتوں سے غافل رہتا ہے۔ مثلاً ایک حدیث یہ بتاتی ہے کہ آدم کے کسی بیٹے بیٹی کے قدم آخرت کے عدل گاہ کے کپڑے سے ہل نہیں سکیں گے جب تک وہ چند بنیادی سوالات کا جواب نہ دے لے۔ ان میں سے ایک سوال یہ ہے کہ وَعَنْ مَا لَمْ مِنْ آيِنَ الْكِتَابِ وَخِيَرَةُ الْفَقْرِ - نہایت خوفناک سوال ہے۔ ایک ایک پے کے متعلق — زمین، مکان، کاروبار، ملازمت، خرید و فروخت — ہر چیز کے بارے میں یہ جواب دینا کہ کونسی آمدنی کہاں سے اور کس طریقے سے حاصل کی گئی اور پھر کن مقاصد و مشاغل کے لیے خرچ کی گئی، کوئی سہل امر نہیں ہے۔ کسٹم اور انکم ٹیکس والوں کے سامنے اس دنیا میں حساب پیش کرتے ہوئے آپ کو کیا کیا چھن کرنے پڑتے ہیں اور کتنی پریشانی ہوتی ہے۔ مگر آخرت میں تو نہ دولت کا کوئی حصہ کالے دھن کی شکل میں لٹکایا جھپٹایا جاسکے گا، نہ حساب کتاب کوئی ہیر پھیر چل سکے گا، نہ کوئی دکیل قانونی موشگافیاں کرنے کے لیے درمیان میں ہوگا، اور نہ کوئی درمیانی کارندہ ایسا ہوگا، جسے رشوت دی جاسکے۔ ذرا آج ہی جھپٹ کر اپنی ایک سال، یا ایک ماہ یا ایک ہفتہ یا ایک دن کی دولت کا سچا حساب اپنی نگاہوں کے سامنے رکھ کر دیکھیے، کیا آپ کا حساب اپنی نگاہوں میں صاف ستھرا ہے؟ اکل اموال بالباطل، یعنی ناجائز طریقوں سے مال ہڑپ کرنا، اور صرف اموال برائے تبذیر و اسراف، یعنی گناہ کے ممنوع کاموں میں، یا حقیقی ضروریات کو خواہ مخواہ بڑھا چڑھا کر روپیہ اڑانا، یہ دو بڑی چیزیں ہیں، جن سے اپنے آپ کو بچا لیجیے۔ فقراء یعنی محتواری آمدنی رکھنے اور محدود مصارف میں گزر بسر کرنے والوں کے متعلق حضورؐ نے فرمایا کہ وہ آخرت کی عدالت سے جلد فارغ ہوں گے اور سستے چھوٹی گے اور دولت مندوں سے بہت پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ جب کہ امرا کا حساب بڑی دیر میں مکمل ہوگا۔ امام غزالی نے مکاشفۃ القلوب میں یہ تک لکھا ہے کہ اقبیاء میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام، اور صلحاء میں سے حضرت عبدالرحمن بن عوف تاخیر سے جنت میں داخل ہوں گے، حالانکہ دونوں کے جنتی ہونے میں کوئی شک

نہیں کیا جاسکتا۔ اسی وجہ سے حضورؐ نے رزقِ کفاف پر اکتفا کرنے کی ترغیب دلائی۔ اخلاص میں اسلحہ و کان سرزقہ کفافا۔ یعنی فلاح پائی اُس شخص نے جس نے اسلام کو اختیار کیا اور جو گزندِ بسر کی روزی رکھتا ہے۔

ایک سبق یہ دیا کہ دنیا کو اور اس کے اموال اور نعمتوں کو متاعِ غرور سمجھو اور دنیا میں اس طرح وقت گزارو جیسے تم پر دیسی اور مسافر ہو۔ دوسرا سبق یہ دیا کہ موت کو یاد رکھو، کیوں کہ بالفاظِ حضرت انسؓ "موت کی یادگنا ہوں کو مٹاتی اور دنیا پر فریفتہ ہونے سے بچاتی ہے۔" اور بالفاظِ حضرت کعبؓ "جس نے موت کو جان لیا، اُس پر دین کے مصائب اور غم آسان ہو گئے۔" تیسرا سبق یہ دیا کہ دنیوی معاملات میں باہمی منافرت اور تکاثر سے بچو، تکاثر سے مراد ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش ہے۔ تلقین یہ فرمائی کہ امورِ دنیا میں اپنے سے کم مرتبہ لوگوں کو دیکھو کہ کثیر التعداد غریب لوگ کس طرح گذر کر رہے ہیں، اور دینی خدمات، سعی و دعوت و اصلاح النفاق فی سبیل اللہ اور جہادِ برائے غلبہ حق میں اپنے سے اوپر والوں کو دیکھو اور اُن سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ جو شخص ہمہ تن لوگوں کے بنائے ہوئے معیارِ زندگی کی پرستش کرنے لگتا ہے بے بنیاد حسرتوں اور آندوؤں کے شیش محل کھڑے کرتا ہے، وہ آہستہ آہستہ اس ڈگر پر پڑ جاتا ہے کہ ایک خاص معیار کے مطابق نمائش، آرائش اور آسائش کے اسباب جمع کرنے کے لیے ناجائز آمدنیوں کے راستے نکالے۔ ناکام ہوتا ہے تو قلق و یاس میں پڑ کر نفسیاتی کیس بن جاتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے تو معیارِ پرستی اُسے خدا اور اُس کے بندوں کے لیے مال خرچ کرنے کا اذن نہیں دیتی۔ وہ لازماً اسراف اور تبذیر کے راستے پر پڑ جاتا ہے۔

آج کچھ لوگوں نے یہ کلیہ بنا لیا ہے کہ صاحبِ رزق کو حرام کی آمیزش سے پاک رکھنا ممکن ہی نہیں۔ یہ کلیہ اُن لوگوں کا ہے جو گزندِ بسر کی بھلال روزی پر اکتفا کرنے والے نہیں ہیں، بلکہ ہزاروں لاکھوں کی آمدنیاں میٹھنے کے درپے ہیں، اور پلاٹوں، کوٹھیوں، کاروں اور دیگر بڑے بڑے مفاد کو سمیٹنا چاہتے ہیں۔ یہ اپنا کلیہ بیان کر کے، اُن بزرگوں اور نوجوانوں کو یاس کر کے کسبِ رزقِ حلال کی جنگ میں شکست تسلیم کرنے پر آمادہ کرتے ہیں جو حرام کا روزی سے بچنا چاہتے ہیں۔ پھر کچھ لوگوں کا طرزِ استدلال یہ ہے کہ جب اضطرار اور مجبوری سے کچھ نہ کچھ حرام کی آلائشیں قبول کرنا ہی

پڑتی ہیں تو پھر کیوں نہ کھل کر حرام خوردی کی جائے تاکہ کچھ نہ بھی۔ حالانکہ اضطراب اور مجبوری کی رعایت خدا کے ہاں وقتی اور جزئی امور پر تو شاید مل جائے، لیکن حرام کے خواں بیجا پر کھلے ہاتھ مارنے والوں کا معاملہ ایسا نہیں جس پر وہ خدا کے سامنے معذرت پیش کر سکیں۔

آخر میں مجھے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکرا ادا کرنا ہے کہ ہزار ہنگام پھیلنے کے باوجود امت محمدیہ اور خود ملت پاکستان میں ایسے لوگوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو حرام کی ترغیبات سے لڑ لڑ کر، رزقِ حلال تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں۔ ہمارے سارے اخلاقی استحکام اور قومی فلاح کا دار و مدار اسی مختصر پر ہے۔ یہ لوگ اگر اٹھ کھڑے ہوں اور رزقِ حلال کو دین کے ایک اہم تقاضے کی حیثیت سے پھیلائیں تو محضوری مدت میں اخلاقی لحاظ سے ہمارا نقشہ بدل سکتا ہے۔ حکومت کو قوانین کے ذریعے حرام کے راستے بند کرنے چاہئیں۔ ادیبوں اور صحافیوں کو اپنا زور قلم اس مقصد کے لیے صرف کرنا چاہیے، خطیبوں اور واعظوں کو حجتِ ثبات پر عوام کو لڑانے کے بجائے اتحاد میں المسلمین اور رزقِ حلال جیسے موضوعات پر کلام کرنا چاہیے۔ مشائخ کو بیوت لیتے ہوئے اپنے مریدوں سے اقرار کرنا چاہیے کہ وہ رزقِ حلال کی پابندی کریں، دینی اور سیاسی جماعتوں کے دستوروں میں ایسی ایک شق ضرور ہونی چاہیے کہ ہمارے ارکان کو رزقِ حرام سے اجتناب کرنا ہوگا۔ جدید و قدیم متکین کو شاگردوں میں یہ جذبہ بیدار کرنا چاہیے کہ اپنی آئندہ زندگی میں حلال و طیب روزی پر اکتفا کریں، خصوصاً ہمارے ہاں کی بیگمات کو یہ طے کر لینا چاہیے کہ وہ حرام آمدنی کو اپنے گھر میں داخل نہ ہونے دیں گی اور نہ گھر والوں سے ایسے اسباب، ایسے لباسوں اور زیورات یا ایسی تقریروں کا مطالبہ کریں گی، جن کو ہم پہنچانے کے لیے وہ رزقِ حرام کی چراگاہ میں داخل ہونے پر مجبور ہو جائیں۔ نیز وہ عہد کر لیں کہ اپنے بچے کے منہ میں دودھ کا ایک ایسا قطرہ بھی نہ جلنے دیں گی جس میں حرام کا نہر ملا ہوا ہو۔ اور ان سب عناصر کو اگر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی پشت پناہی بھی حاصل ہو جائے تو مساعی اصلاح میں دس گنا زیادہ زور پیدا کیا جاسکتا ہے۔

اگر یہ مہم کچھ عرصہ چلے تو اخلاقی قدروں کی ٹٹماتی ہوئی شمعیں پوری طرح روشن ہو جائیں اور سارا معاشرہ جگمگا اٹھے۔